بمصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اُوست

حضرت ابراھیم اور محبتِ الٰہی

خطبہ جمعۃ المبارک

9 جون 2023

بفیضانِ نظر

عالمی مُبلغِ اسلام

ترجمانِ حقیقت

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

امیرِ اعلیٰ ادارۃ المصطفٰے انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتَبَارَكَ فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ!

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ

"بیشک ابراہیم بہت آہ وزاری کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا تھا"۔[التوبۃ:114]

اس دنیاپر چار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جنھوں نے ساری دُنیاپر حکومت کی ہے، ان میں سے دو بادشاہ کافر تھے، دو مسلمان، مسلمانوں میں حضرت سلیمان اور ذوالقرنین تھے اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر تھے، ان کے علاوہ پوری دنیاپر کسی نے حکومت نہیں کی۔[تفسیرِطبری، ج4، ص571]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت **"نمرُود بن کنعان"** کے زمانے میں ہوئی **"نمرُود بن کنعان"** بڑا جابر بادشاہ تھا **"بابل"** اس کا دارالخلافہ تھا، سب سے پہلے اُسی نے تاج سر پر رکھا۔ یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پوجا کرواتا تھا، کاہن اور نجومی بڑی کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے اور اس کی روشنی کے سامنے آفتاب وماہتاب بالکل بے نُور ہوگئے۔ اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا اور اس نے کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے کہا کہ اس سال تیری سلطنت میں ایک فرزند پیدا ہوگا جو تیرے ملک کے زوال کا باعث ہوگا اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے۔ یہ خبر سن کر وہ پریشان ہوا اور اُس نے حکم دیا کہ جو بچہ پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے اور مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں اور اس کی نگہبانی کے لئے ایک محکمہ قائم کر دیا گیا مگر تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں اور کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آگیا لیکن چونکہ حضرت کی والدہ صاحبہ کی عمر کافی کم تھی ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو آپ کی والدہ اس تہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور وہیں آپ رہے۔ پتھروں سے اس تہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا، روزانہ والدہ صاحبہ دودھ پلا آتی تھیں اور جب وہاں پہنچتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ علیہ السلام اپنی انگلی کا کنارہ چوس رہے ہیں اور اس سے دُودھ برآمد ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام جلد بڑھتے تھے۔[تفسیرِ خازن، سورۃ الانعام:76]

دعوتِ توحید کا آغاز

مناظرہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور نمرود:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب پیدا ہوئے۔ اس وقت پوری دُنیا خدائے واحد کو بھول کر سینکڑوں معبودوں کی پرستش کر رہی تھی۔ وہاں کے لوگ سورج، چاند کے علاوہ تاروں کو بھی دیوتا اور معبود مانتے تھے، اس وقت تمام دُنیا پر نمرود کی بادشاہت تھی۔

[بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب واتخذاللہ ابرھیم خلیلا]

اس وقت جب ہر طرف کفر و شرک پھیلا ہوا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمۂ حق بلند فرمایا، دین حق کی تبلیغ شروع فرمائی اور لوگوں کو "اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ" کی عبادت کی طرف بُلایا۔ اسی سلسلے میں ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان "تَوحِید" کے موضوع پر مُناظرہ ہوا، اللہ پاک نے اس مُناظرے کو ذکر فرمایا ہے۔

اس مناظرے کا پس منظر یوں ہے کہ ایک بار قحط سالی ہوگئی، بارشیں رُک گئیں، اَناج ختم ہونے لگا، لوگ مشکلات کا شکار ہوئے۔ ایسے مشکل وقت میں نمرود نے یہ سیاست کھیلی کہ غلے اور اناج کے تمام ذخیرے اپنے قبضے میں کر لئے، اب جو کوئی غلہ لینے آتا، نمرود اس سے پوچھتا: تیرا ربّ کون ہے؟ وہ کہہ دیتا کہ: میرا ربّ تُو ہے۔ نمرود اسے غلہ دے دیتا۔ اسی دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نمرود کے دربار میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان یہ مُناظرہ ہوا۔ فرمایا: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ۔ "اے حبیب! کیا تم نے اس کو نہ دیکھا تھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس بنا پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہے، جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے"۔ نمرود نے کہا: قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ۔ "میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں"۔ پھر نمرود نے اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے قیدی بلائے، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رِہا کر دیا اور کہا: دیکھو! جسے میں نے چھوڑا، اسے میں نے زِندگی دی اور جسے قتل کیا، اسے میں نے موت دی۔

کیسی حماقت کی بات ہے۔ کہاں ایک بے جان چیز میں جان ڈالنا اور کہاں زِندہ شخص کو زِندہ رہنے دینا، اِن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، اگرچہ عقل مند اسی سے سمجھ سکتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دی ہوئی دلیل پختہ اور واضح ہے مگر اس پر نمرود کی یہ ظالمانہ حرکت کیسی حماقت پر مبنی ہے، البتہ وہاں موجود سب لوگ نمرود کے حمایتی تھے، وہ نمرود کی اس حماقت کو اس کی فتح سمجھتے، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اُسی دلیل کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا، ارشاد فرمایا: فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ

الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ۔ ''اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ''۔

یعنی اے نمرود! بے جان جِسْم میں جان پیدا کرنا تو تیرے بَس کی بات نہیں ہے ، اے رَبّ ہونے کے جھوٹے دعوے دار! تُو اس سے آسان کام ہی کر کے دکھادے، وہ یہ کہ سُورج ایک بے جان جسم ہے، تُو اس کی سمت بدل دے اور سُورج کو مغرب سے مشرق کی طرف چلا کر دکھادے۔ بس یہ سننا تھا کہ نمرود کے ہوش اُڑ گئے، قرآن نے اس نظارے کو یوں بیان فرمایا:

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ۔ ''اور وہ ''ھکّا بکّا'' رہ گیا''۔

اس نادان اور بدبخت سے اور تو کچھ نہ بَن سکا، ہٹ دھرمی کرتے ہوئے بولا: ابراہیم! جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لئے غلہ نہیں ہے، اُس ربّ سے مانگو جس کی عبادت کرتے ہو۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خالی ہاتھ واپس ہوئے، راستے میں ایک ریت کے ٹیلے کے قریب سے گزر ہوا، وہاں سے آپ علیہ السلام نے ایک تھیلے میں ریت بھر لی اور گھر پہنچے، ریت سے بھرا ہوا تھیلا رکھا اور خود آرام فرمانے لگے۔ جب آپ علیہ السلام بیدار ہوئے تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کھانا پیش کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: یہ اَناج کہاں سے آیا؟ عرض کیا: وہی ہے جو آپ تھیلے میں بھر کر لائے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ پاک نے اپنے خزانۂ قُدرت سے ہمیں رِزْق عطا فرمایا ہے۔ [تفسیر نعیمی، پارہ 3، سورۂ بقرہ، زیر آیت: 258، جلد 3، صفحہ 62]

بتوں کی تذلیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ''آزر'' نہ صرف بت پرست تھا بلکہ بت بنا کر بیچتا بھی تھا، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آزر بت بنا کر بازار بیچنے گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ لے گیا، آزر نے بازار میں ایک بت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑایا تو آپ نے اسے اٹھانے کے بجائے اس کے گلے میں رسی ڈالی اور اسے گھسیٹتے ہوئے بازار میں چلنے لگے۔ جب چچا نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ بت بیچنے کے لیے آواز لگاؤ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح آواز لگائی: مَنْ یَّشْتَرِیْ مَا لَایَضُرُّ وَلَا یَنْفَعُهٗ۔ ''کون ہے جو اسے خریدنے والا ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے''، اگر کسی نے اپنی دین و دنیا کو برباد کرنا ہے تو اس بت کو خرید لے، آپ علیہ السلام سے اس طرح کی باتیں سن کر بت خریدنے کے لیے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ آپ علیہ السلام بت کو نہر کے کنارے لے گئے اور بت کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے اس کا منہ پانی میں ڈبوتے ہوئے کہا کہ پانی پیو۔ [تفسیر طبری، سورۃ الانعام، ج 11، ص 481، مؤسسة الرسالہ، بیروت]

توحید کا پرچم بلند کیا

اللہ کے نبی حضرت ابرہیم علیہ السلام نے نہ صرف اپنے گھر میں بلکہ ظالم حاکمِ وقت کے سامنے بھی توحید کا پرچم بلند کیا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام اللہ کے وہ برگزیدہ نبی ہیں جنہوں نے اپنے لئے کچھ بھی نہیں بچا کر رکھا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردیا چند چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کو بہت محبت ہوتی ہے۔

- ایک انسان اپنے گھر سے اپنے وطن سے بہت پیار کرتا ہے۔
- انسان اپنے مال سے بہت محبت کرتا ہے۔
- انسان اپنی جان سے بہت پیار کرتا ہے۔
- اپنی اولاد بہت پیاری ہوتی ہے۔

لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردیا۔ ایک انسان اپنے گھر سے اپنے وطن سے بہت پیار کرتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا گھر اپنا وطن اللہ کے لئے قربان کردیا۔ انسان کیا حیوان بھی جس سرزمین میں پیدا ہوتا ہے، اُس سے محبت واُنس اس کی فطرت میں ہوتی ہے۔ چرند، پرند، درند حتٰی کہ چیونٹی جیسی چھوٹی بڑی کسی چیز کو لے لیجئے، ہر ایک کے دل میں اپنے مسکن اور وطن سے بے پناہ اُنس ہوتا ہے۔ ہر جاندار صبح سویرے اٹھ کر روزی پانی کی تلاش میں زمین میں گھوم پھر کر شام ڈھلتے ہی اپنے ٹھکانے پر واپس آجاتا ہے۔ ان بے عقل حیوانات کو کس نے بتایا کہ ان کا ایک گھر ہے، ماں باپ اور اولاد ہے، کوئی خاندان ہے؟ اپنے گھر کے در و دیوار، زمین اور ماحول سے صرف حضرتِ انسان کو ہی نہیں بلکہ حیوانات کو بھی اُلفت و محبت ہو جاتی ہے۔

قرآنِ کریم اور سنتِ مقدسہ میں اس حقیقت کو شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنے وطن سے کتنا پیار کرتا ہے۔

♦ بنی اسرائیل کا وطن سے محبت

اِسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل جب اپنی کرتوتوں کے باعث ذلت و غلامی کے طوق پہنے بے وطن ہوئے تو ٹھوکریں کھانے کے بعد اپنے نبی یوشع یا شمعون یا سموئیل علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے کوئی حاکم یا کمانڈر مقرر کردیں جس کے ماتحت ہو کے ہم اپنے دشمنوں سے جہاد کریں اور اپنا وطن آزاد کروائیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ایسا تو نہیں ہوگا کہ تم پر جہاد فرض کردیا جائے اور تم نہ لڑو؟ اِس پر وہ کہنے لگے: مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ ’’ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالاں کہ ہمیں اپنے وطن اور اولاد سے جدا کردیا گیا ہے، سو جب ان پر (ظلم و جارحیت کے خلاف) قتال فرض کردیا گیا تو ان میں سے چند

ایک کے سوا سب پھر گئے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے"۔[البقرۃ:246]

محبتِ وطن احادیث مبارکہ کی روشنی میں

"امام سہیلی" نے الروض الأنف میں باقاعدہ یہ عنوان باندھا ہے: حُبُّ الرَّسُوْلِ ﷺ وَطَنَهُ (رسول اللہ ﷺ کی اپنے وطن کے لیے محبت)۔

اس عنوان کے تحت امام سہیلی لکھتے ہیں کہ جب ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کو بتایا کہ آپ کی قوم آپ کی تکذیب کرے گی تو آپ ﷺ نے خاموشی فرمائی۔ ثانیاً جب اس نے بتایا کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو تکلیف و اذیت میں مبتلا کرے گی تب بھی آپ ﷺ نے کچھ نہ کہا۔ تیسری بات جب اس نے عرض کی کہ آپ ﷺ کو اپنے وطن سے نکال دیا جائے گا تو آپ ﷺ نے فورا فرمایا: أَوَ مُخْرِجِيَّ؟۔ "کیا وہ مجھے میرے وطن سے نکال دیں گے؟" یہ بیان کرنے کے بعد امام سہیلی لکھتے ہیں: فَفِي هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى حُبِّ الْوَطَنِ وَشِدَّةِ مُفَارَقَتِهِ عَلَى النَّفْسِ۔ اِس میں آپ ﷺ کی اپنے وطن سے شدید محبت پر دلیل ہے اور یہ کہ اپنے وطن سے جدائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی شاق تھی۔[الروض الأنف للسہیلی 1: 413-414، طرح التثریب فی شرح التقریب للعراقی، 4: 185]

یہی وجہ ہے کہ ہجرت کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ۔ تُو کتنا پاکیزہ شہر ہے اور مجھے کتنا محبوب ہے! اگر میری قوم تجھ سے نکلنے پر مجھے مجبور نہ کرتی تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا۔[سنن الترمذی، 5: رقم :723]

یہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ سے محبت کا ذکر فرمایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کی رفتار تیز کر دیتے اور اگر دوسرے جانور پر سوار ہوتے تو مدینہ منورہ کی محبت میں اُسے ایڑی مار کر تیز بھگاتے تھے، اِس حدیث مبارک سے بھی وطن سے محبت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، **"حافظ ابن حجر عسقلانی"** نے اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: وَفِي الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ عَلٰى فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَعَلٰى مَشْرُوْعِيَةِ حُبِّ الْوَطَنِ وَالْحَنِيْنِ إِلَيْهِ۔ یہ حدیث مبارک مدینہ منورہ کی فضیلت، وطن سے محبت کی مشروعیت و جواز پر دلالت کرتی ہے۔[فتح الباری]

ہر انسان اپنے وطن سے پیار کرتا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف اللہ کے لئے اپنے وطن کو بھی خیر آباد کہہ دیا آپ شہرِ بابل کے قریب پیدا ہوئے، پھر وہاں سے مصر آئے، پھر وہاں سے فلسطین آئے، پھر فلسطین سے آکر کعبہ کو آباد کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: اے اسماعیل (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے کیا تم میری مدد کرو گے؟ عرض کیا: جی ہاں ضرور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا گھر بنانے کا حکم دیا ہے، پھر دونوں باپ بیٹے نے مل کا بیت اللہ تعمیر کیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے رہے، جب بیت اللہ کی دیواریں بلند ہوئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام مقامِ ابراہیم والا پتھر اٹھا کر لائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے، وہ تعمیر کرتے جاتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر پکڑاتے جاتے اور اس وقت دونوں یوں دعا کر رہے تھے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ ''اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے''۔[البقرہ:127]

پھر جب دونوں کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کرو عرض کیا: میری آواز لوگوں تک کیسے پہنچے گی، درمیان میں اتنے پہاڑ موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ندا کرنا آپ کا کام ہے اور آواز پہنچانا مجھ پر ہے۔ آپ علیہ السلام **''ابو قبیس''** کے پہاڑ پر چڑھے اور اس پتھر (مقام ابراہیم) پر کھڑے ہوئے اور ندا کی: أَلَاإِنَّ رَبَّكُمْ قَدِ اتَّخَذَ بَيْتًا وَأَمَرَكُمْ أَنْ تَحُجُّوْهُ۔ ''جان لو! بے شک تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کی زیارت (حج) کرو''۔ ان کی ندا پر پتھروں، درختوں، ٹیلوں اور مٹی میں سے جس جس نے اس ندا کو سنا: لَبَّيْكَ اللّٰهمَّ لبَّيْكَ۔ ''اے اللہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں'' کہا۔[حاکم في المستدرک، 2/ 601، الرقم: 4026]

یہاں تک کہ لوگوں نے ان کی آواز کے جواب میں اپنے بابوں کی پشتوں اور اپنی ماؤں کے رحموں میں، لبیک کہا، جس نے ایک مرتبہ جواب دیا وہ ایک مرتبہ حج کرے گا جس نے دس مرتبہ لبیک کہا وہ دس مرتبہ حج کرے گا۔

[روح البيان:سورة البقره،ج1،ص226،بيروت]

اللہ کی محبت کے لئے اللہ کے دین کے لئے خلیل اللہ نے اپنے وطن کو چھوڑا، جو وطن انسان کو بہت عزیز ہو تو یہ بھی محبتِ الٰہی کا عملی نمونہ ہے۔

◆ انسان کا مال سے محبت کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۔ یہ (انسان) مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے۔[العاديات:8]

انسان مال کی محبت اور اس کی طلب میں تو بہت مضبوط اور طاقتور ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کیلئے کمزور ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال

تروتازہ اور میٹھا ہے جو اسے اچھی نیت سے لے تو اس میں اسے برکت دی جاتی ہے اور جو اسے قلبی لالچ سے لے گا تو اس میں اسے برکت نہیں دی جاتی"۔[بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ: هذا المال خضرة حلوة، 230/4، الحدیث: 6441]

انسان اپنے مال سے بہت محبت کرتا ہے لیکن اللہ کے اس خلیل نے وہ مال بھی ہر موقع پر اللہ کی محبت میں قربان کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان

شیخ فرید الدین گنج شکر نے **"اسرار الاولیاء"** میں لکھا ہے کہ: جب اللہ پاک نے ابراہیم علیہ السلام کو **"خلیل"** کا لقب دیا اور اللہ نے اپنے فرشتوں کے سامنے اپنے دوست کی محبت کو بیان کیا: "یا اللہ آپ نے جن کو خلیل کا لقب دیا تو کیا اس انسان کو بھی آپ سے اتنی محبت ہے کہ آپکے دوست کہلانے کا درجہ پا گیا" اللہ رب العزت نے فرمایا: "ہاں ابراہیم کو مجھ سے اتنی محبت ہے اگر تم لوگوں کو شک ہے تو جاو اور اپنے طور پر امتحان لو اسکا"، اب ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بکریاں چرا رہے تھے۔ قریب آکر اس فرشتے نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور بہت لذت سے لیا۔ خود فرشتے کی زُبان سے اللہ کا نام سوچو کیسے نکلا ہو گا؟ وہ گھڑی کیسی ہو گی؟ وہ منظر کیسا ہو گا؟ نام دوست کا، سننے والا بھی دوست، نام محبوب کا، سننے والا محب، اس فرشتے نے اللہ کا نام ایسے دردِ دل سے لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تڑپ اٹھے اور فوراً دیکھا کہ کون ہے؟ ایک صاحب تھے اور انہوں نے اللہ کا نام لیا تھا تو ایک دم کہنے لگے کہ اس نام کو پھر لو تو فرشتے نے کہا: اس کا نام لینے پر کچھ قیمت لگے گی، مفت میں نہیں لوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: کیا قیمت لگے گی؟ فرشتے نے کہا: جو کہ انسان کے روپ میں تھا، کہ آدھی بکریاں مجھے دے دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ٹھیک ہے تو نام لے۔ فرشتے نے پھر اللہ کا نام لیا پھر مزہ آیا۔

اُلفت میں برابر ہے وفا ہو یا جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو

دل میں اللہ کے نام کا مزہ تھا، اللہ کے نام کی لذت تھی لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: **پھر کہو** فرشتے نے دوبارہ اللہ کا نام لیا اور پوچھا اب کیا دیتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: باقی آدھی بکریاں بھی تیری پھر کہا کہ اب پھر اللہ کا نام لے فرشتے نے کہا: اب تمہارے پاس دینے کو کیا ہے ساری بکریاں تو تم مجھے دے چکے ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تیرا غلام بن جاؤں گا اور ان بکریوں کو چراؤں گا، بس تو ایک دفعہ پھر میرے محبوب کا نام لے۔ فرشتے نے کہا: بس میں تو امتحان لینے آیا تھا یہ بکریاں تیری ہیں، واقعی تو رب کا خلیل ہے۔[ملاجامی سلسلة الذهب، بابا فرید، اسرار الاولیاء]

♦ انسان کا اپنی جان سے پیار کرنا

انسان اپنی جان سے بہت پیار کرتا ہے اور اللہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر تمہاری جان کو خطرہ ہے کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ۔ "جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکتا ہے)"۔ [المائدہ:3]

جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز مُیَسَّر ہی نہ آئے اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے اس وقت جان بچانے کے لئے بقدرِ ضرورت کھانے پینے کی اجازت ہے اس طرح کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے اور ضرورت اسی قدر کھانے سے رفع ہو جاتی ہے جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔

حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جب کہ آدمی کو کسی ظالم کی طرف سے (اپنی جان یا کسی عُضْو کے تلف ہونے کا) حقیقی (خوف ہو)۔ جان اتنی عزیز شئی ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے آگے اس کی بھی پرواہ نہیں کی۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　　　عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بتوں کے آگے جھے دیکھا تو اپنے چچا اور اپنی قوم سے فرمایا: درندوں، پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو اور ان کی عبادت میں مشغول ہو، قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ۔ "بولے ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایا"۔

قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے یہ باطل طریقہ ایجاد کیا سب کھلی گمراہی میں ہو اور کسی عقل مند پر تمہارے اس طریقے کا گمراہی ہونا مخفی نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو چونکہ اپنے طریقے کا گمراہی ہونا بہت ہی بعید معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کا انکار کرنا بہت بڑی بات جانتے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہا کہ : کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا یونہی ہنسی مذاق کے طور پر فرما رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رَبُوبِیَّت کا بیان کر کے ظاہر فرما دیا کہ آپ کھیل کے طور پر کلام نہیں کر رہے بلکہ حق کا اظہار فرما رہے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا: تمہاری عبادت کے مستحق یہ بناوٹی مجسمے نہیں بلکہ تمہاری عبادت کا مستحق تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔ لیکن جب قوم کی عقل میں یہ بات نہ آئی تو آخر کار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو دھمکی دی فرمایا: وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ

اَصْنَامَكُمْ۔ ''اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا بُرا چاہوں گا''۔

قوم کا سالانہ میلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا اور وہ اس دن جنگل میں جاتے اور وہاں شام تک لہو ولَعب میں مشغول رہتے تھے، واپسی کے وقت بُت خانے میں آتے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس کے بعد اپنے مکانوں کو واپس جاتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ایک جماعت سے بُتوں کے بارے میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کل ہماری عید ہے، آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار ہے اور کیسے لطف آتے ہیں، چنانچہ جب وہ میلے کا دن آیا اور آپ علیہ السلام سے میلے میں چلنے کو کہا گیا تو آپ عذر بیان کر کے رہ گئے اور میلے میں نہ گئے جبکہ وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے گزرے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا''۔ آپ کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے کی طرف لوٹے تو آپ نے ان سب بُتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، البتہ ان کے بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بڑے بُت سے پوچھیں کہ ان چھوٹے بُتوں کا کیا حال ہے؟ یہ کیوں ٹوٹے ہیں؟ اور کلہاڑا تیری گردن پر کیسے رکھا ہے؟ اور یوں اُن پر اِس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کریں اور آپ کو حجت قائم کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ جب قوم کے لوگ شام کو واپس ہوئے اور بُت خانے میں پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں تو کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے، ہمارا گمان یہ ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہو گا۔ جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ شاید لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فعل ہے یا ان سے بُتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ گواہی قائم ہو جائے تو وہ آپ کے درپے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے اور ان لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ نے اس بات کا تو کچھ جواب نہ دیا اور مناظرانہ شان سے تعریض کے طور پر ایک عجیب و غریب حجت قائم کی اور فرمایا: ان کے اس بڑے نے اس غصے سے ایسا کیا ہو گا کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر کلہاڑا ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جا سکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! تم ان سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ اس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں

سکتا، جو کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔ چنانچہ جب آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا تو وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حق پر ہیں اور اپنے آپ سے کہنے لگے: فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰۤؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ۔ ’’تو اپنے جی کی طرف پلٹے اور بولے بے شک تمہیں ستم گر ہو پھر اپنے سروں کے بل اوندھائے گئے کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں‘‘۔

تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو، جو اپنے کاندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے اور اس کے کیا کام آ سکے گا۔ مگر اتنا سوچ لینا ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک اقرار و اعتراف بھی نہ ہو، اس لئے وہ مشرک ہی رہے۔[خازن،الانبیاء،تحت الآیۃ :57-64، 3 / 280.281 ، مدارک،الانبیاء،تحت الآیۃ57-64،ص719-720]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جس کا حال یہ ہے کہ اگر تم اسے پوجو تو وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اور اگر اسے پوجنا موقوف کر دو تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ’’تم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو اُن پر افسوس ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنی سی بات بھی سمجھ سکو کہ یہ بت کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں‘‘۔[خازن، الانبیاء،تحت الآیۃ :66-67، 3 / 281]

جب حُجت تمام ہو گئی اور وہ لوگ جواب سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے: اگر تم اپنے خداؤں کی کچھ مدد کرنا چاہ رہے ہو تو ان کا انتقام لے کر ان کی مدد کرو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دو کیونکہ یہ بڑی ہولناک سزا ہے۔ چنانچہ نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنے پر متفق ہو گئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور بستی میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینہ تک پوری کوشش کر کے ہر قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق (یعنی پتھر پھینکنے والی مشین) کھڑی کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھا اور آگ میں پھینک دیا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کی زبانِ مبارک پر تھا: حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ ’’یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے‘‘۔

مخلوقات کی فریاد

روایت ہے کہ جب نمرود اپنی ساری قوم کے رُو برو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے لگا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات چیخ مار مار کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگیں کہ: خداوند! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور ان کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں، لہذا تو ہمیں اجازت دے کہ ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ

تعالی نے فرمایا کہ: ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں ان کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم تم سبھی سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کریں۔ اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد طلب نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا دوست اور حامی و مددگار ہوں، لہذا تم اب ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا: کہ مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں، مجھ کو میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی جب چاہے گا اور جس طرح اسکی مرضی ہو گی میری مدد فرمائے گا۔

[تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، تحت الآیۃ المذکورہ، ج11، ص 303]

جبرائیل امین کی حاضری

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی منجنیق میں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: کوئی حاجت ہو تو ارشاد فرمائیں، اگر آپ فرمائیں تو میں زمین کو تہہ و بالا کر دوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ: میں نے اپنی تمام حاجات اللہ تعالی کے سپرد کر دیں، میں کسی سے سوال نہیں کروں گا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر اللہ تعالی نے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہے تو آپ کو بنائے گا، لہذا اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا۔[تفسیر الھدایہ الی بلوغ النھایہ، ج7، ص4778، مطبوعہ مجموعہ بحوث الکتاب والسنۃ]

تے جے سوہنا میرے دُکھ وِچ راضی — میں سُکھ نُوں چُلّھے پاواں

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ۔ ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا''۔ چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی اور اس نے ان رسیوں کے سوا اور کچھ نہ جلایا جن سے آپ علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ (حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میری زندگی کے سب سے حسین وہ دن تھے جو میں نے آگ میں گزارے)۔

[جلالین، الانبیاء، تحت الآیۃ: 69، ص274]

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ''سَلٰمًا'' نہ فرماتا تو آگ کی ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام انتقال فرما جاتے۔[خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: 69، 3 / 282]

اللہ کے خلیل نے اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کی اور اسے بھی اپنے رب کی راہ میں پیش کر دیا اللہ کے لئے وطن چھوڑا، مال کی باری آئی مال قربان کر دیا، جان کی باری آئے جان پیش کر دی۔

♦ انسان کا اپنی اولاد سے محبت کرنا

انسان کو اپنی اولاد سے بہت پیار ہوتا ہے اپنے بچوں سے پیار اور شفقت کا انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسن اور حضرت حسین کہیں سے دوڑتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان دونوں کو گلے لگالیا اور فرمایا: إِنَّ الولدَ مَبخلةٌ مَجبنةٌ۔ ''بچے بخل اور بزدلی کا باعث ہیں''۔(یعنی اولاد کی محبت انسان کو بخیل اور بزدل بنادیتی ہے)۔[ابن ماجہ:3666]

جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع ہو تو انسان بعض اوقات سوچتا ہے کہ یہ پیسے بچا لیے جائیں، اولاد کے کام آئیں گے۔اس جذبے پر قابو پانا مشکل ہے، خود کوئی چیز کھانے لگتا ہے تو خیال آتا ہے بچوں کے لئے لے جاتا ہوں۔جب اللہ کی راہ میں جہاد کا موقع ہو۔تو خیال آتا ہے کہ اگر میں شہید ہو گیا تو بچوں کا کیا بنے گا؟ اس طرح دل میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے، کسی لڑائی جھگڑوں میں پڑنے سے ڈرتا ہے کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو اولاد کا کیا بنے گا۔

ایک انسان کے چھ بیٹے ہوں وہ سب سے پیار کرتا ہے سب کے لئے محبت کے جزبات ہوتے ہیں کسی ایک کو بھی قربان کرنے سے ڈرتا ہے۔اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے کی عمر میں ایک بیٹا عطا فرمایا لیکن اللہ نے اولاد قربان کرنے کا فرمایا تو اسے بھی اللہ کی راہ میں پیش کر دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات عطا فرمادی تو آپ علیہ السلام نے اپنے اہلِ خانہ کو ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: بیشک میں اس کفر کے مقام سے ہجرت کر کے وہاں جانے والا ہوں جہاں جانے کا میرا رب حکم دے، اب وہ مجھے میرے مقصد کی طرف راہ دکھائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ علیہ السلام سرزمینِ شام میں ارضِ مقدسہ کے مقام پر پہنچے۔

[روح البیان، الصافات، تحت الآیۃ :99]

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ارضِ مقدسہ کے مقام پر پہنچے تو اس وقت آپ علیہ السلام کے پاس اولاد نہیں تھی، آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ ''اے میرے رب ! مجھے نیک اولاد عطا فرما'' جو کہ دینِ حق کی دعوت دینے اور تیری عبادت کرنے پر میری مددگار ہو اور پردیس میں مجھے اس سے اُنسیت حاصل ہو۔[ابو سعود، الصافات، تحت الآیۃ :4،415/100]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۔ ''ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی''۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند عطا فرمایا، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک **تیرہ سال** کی ہوئی، ایک قول پر عمر **سات سال** کی عمر

ہوئی۔[تفسیر قرطبی،سورۃ الصافات، آیت 10،تفسیر درمنثور،سورۃ الصافات]

جس کو قرآنِ مجید میں یوں بیان کیا: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ "پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا"۔[سورۃ الصافات]

اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آٹھ ذوالحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: إن الله يأمرك بذبح ابنك هذا ، یعنی اللہ تعالیٰ تجھے یہ بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ صبح **آٹھ ذولحجہ** کے دن آپ سوچ وبچار کرتے رہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں؟،اس لیے اس دن کو **یومِ ترویہ** (سوچ وبچار کا دن) کہتے ہیں، اگلی رات (نوذوالحجہ کی رات) پھر یہی خواب دیکھا تو صبح اٹھے تو پہچان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسی وجہ سے نوذولحجہ کے دن کو **یومِ عرفہ** (یعنی پہچان کا دن) کہتے ہیں، اگلی رات (دس ذوالحجہ کی رات) پھر یہی خواب دیکھا صبح اٹھے تو بیٹے کو نحر (ذبح) کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اسی وجہ سے اس دن کو **یومِ نحر** (ذبح کرنے کا دن) کہتے ہیں۔[تفسیر کبیر،سورۃ الصافات، آیت:102]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خواب ملک شام دیکھا تھا، خواب دیکھنے کے بعد براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اور حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ اسماعیل کو تیار کر دو کہ دعوت الی اللہ میں جانا ہے، حضرت ہاجرہ نے بیٹے کو تیار کر دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری اور رسی لی اور بیٹے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑے۔

شیطان کا آنا

جب شیطان نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لے جا رہے ہیں تو شیطان نے قسم اٹھائی کہ بخدا میں آلِ ابراہیم میں سے کسی ایک کو فتنے میں ضرور ڈالوں گا، وہ انسانی شکل میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کے پاس گیا اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ (حضرت) ابراہیم تمہارے بیٹے کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ جواب دیا: نہیں، شیطان کہنے لگا: وہ اسے ذبح کرنے کے لیے لے کر جا رہے ہیں، فرمایا: بھلا وہ اسے کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان نے جواب دیا کہ: ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں اس کا حکم دیا ہے، فرمایا: اگر انہیں رب نے حکم دیا ہے پھر تو اچھی بات کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کریں گے۔

شیطان یہاں سے نامراد ہو کر بیٹے کے پاس آیا جو اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ تمارے والد تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟ جواب دیا: نہیں، شیطان کہنے لگا: وہ تمہیں ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں، فرمایا: بھلا وہ مجھے کیوں ذبح کریں گے؟ شیطان کہنے لگا: ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انہیں اس کا حکم دیا ہے، فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو وہ ضرور کریں، رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہے۔

شیطان یہاں سے بھی مایوس ہو کر جلدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آیا اور کہنے لگا: بیٹے کو کہاں لے جا رہے ہو؟ میرا گمان ہے کہ شیطان نے تمہارے خواب میں آکر تمہیں بیٹا ذبح کرنے کا کہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے، فرمایا: إِلَيكَ عَنِّيْ يا عَدُوَّ اللهِ، فَوَاللهِ لَأَمْضِيَنَّ لِأَمْرِ رَبِّيْ۔ "مجھ سے دور ہو جاے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم میں اپنے رب کا علم ضرور پورا کروں گا"۔ شیطان ملعون ان بزرگ ہستیوں کو نہ ورغلا سکا۔[تفسیر قرطبی،سورۃ الصافات،ج15،ص105،دارالکتب المصریہ،القاهره]

حضرت سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تو جب وہ بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے کر جارہے تھے تو شیطان نے **"جمرۃ العقبہ"** کے پاس روکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے **سات کنکریاں** ماریں تو وہ بھاگ گیا، اس کے بعد **"جمرۃ الوسطی"** کے پاس روکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو پھر اسے **سات کنکریاں** ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر **"جمرۃ الاخری"** کے پاس روکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو پھر اسے **سات کنکریاں** ماریں تو وہ بھاگ گیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کا حکم پورا کیا۔[تفسیر قرطبی،سورۃ الصافات ،ج15، ص 106،دار الکتب المصریہ ،القاهره]

آج بھی حاجی اس سنت ابراہیمی پر بھی عمل کرتے ہیں۔

منیٰ کے میدان میں حاضری

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیٹے کو لے کر منی کے میدان میں پہنچے تو انہیں آنے کا مقصد بیان کیا۔ جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا ہے: قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى۔ "اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے"۔

آگے بیٹے کا جواب سنیئے اگر بیٹا خاموشی اختیار کرتا یہ بھی رضا کی علامات سمجھا جاتا، بیٹا یہ کہہ دیتا کہ ٹھیک ہے ذبح کر دیں یہ بھی امتثالِ امر سمجھا جاتا، بیٹا گردن آگے کر دیتا یہ بھی حکم کے آگے جھک جانا سمجھا جاتا لیکن بیٹے نے جواب کیا دیا؟ عرض کی: قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ "کہا اے میرے باپ کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے"۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گزارشات

"تفسیر کبیر" میں ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس وقت اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چند گزارشات کیں، عرض کیا اے میرے والد محترم!

- مجھے پہلے رسیوں سے اچھی طرح باندھ لیجئے تاکہ میں، تڑپنے نہ لگوں (اور اس سے کہیں میرا اجر کم نہ ہو جائے)۔
- اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچائیں کہ اُن پر میرے خون کے چھینٹے نہ پڑیں کہ جب میری والدہ خون آلودہ کپڑوں کو دیکھے گی تو وہ غم زدہ ہو گی۔
- چُھری کو خوب تیز کر لیجئے اور سرعت سے میرے گلے پر پھیر دیجئے تاکہ اس کی برداشت مجھ پر آسان ہو جائے کیونکہ موت شدید اور سخت ہے۔
- میری ماں کو میرا اسلام پہنچا دیجئے گا۔
- اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو میری قمیض امی کو دے دیجئے گا، ہو سکتا ہے یہ چیز ان پر میرا معاملہ آسان کر دے، انہیں اس سے تسکین ملے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بیٹے! اللہ کا حکم پورا کرنے میں تو میرا بہترین مددگار ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو گلے لگا لیا، بوسہ دیا، بیٹے کو باندھا اور دونوں بے اختیار رونے لگے، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھ دی، آپ علیہ السلام نے عرض کیا: والد محترم! میرا چہرہ نیچے کر دیجئے (گُدی سے ذبح کیجئے) کیونکہ آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کو مجھ پر رحم آئے گا اور یہ بات آپ کے اور اللہ کے حکم کے درمیان حائل ہو گی، لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا پھر چھری ان کے گردن پر رکھ دی۔ [تفسیر کبیر سورة الصافات، آیت 102،ج26،ص351،داراحیاء التراث العربي ،بیروت]

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

چُھری چلا دی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ۔ ”تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی“۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گلے پر چُھری چلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تانبے کا ٹکڑا درمیان میں حائل ہو گیا، جس کی وجہ سے چُھری نے عمل نہیں کیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا چہرہ نیچے کر کے لٹایا اور (گدی سے گردن پر) چُھری چلائی تب بھی چُھری نے عمل نہ کیا، اس وقت نداء آئی: وَ نَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا اِنَّا

كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۔ ”اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو“۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو (بیٹا تو ذبح نہ ہوا تھا)، اسکی جگہ پر مینڈھا موجود تھا۔[تفسیر ثعلبی، سورۃالصافات]

چار مواقع

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تفسیر روح البیان“ میں ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان سے (جلدی) اُترنے میں کبھی مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، چار مواقع پر:

- جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت میں عرش کے نیچے تھا، اللہ تعالی نے مجھے ارشاد فرمایا کہ: میرے بندے کے پاس پہنچو، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو گیا اور عرض کیا: هل لك حاجة، ”کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟“ انہوں نے مجھے جواب دیا: ”ہے مگر تجھ سے نہیں“۔
- جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چُھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر رکھ دی تھی اور میں عرش کے نیچے تھا اللہ تعالی نے مجھے فرمایا: میرے بندے کے پاس پہنچو، میں پہنچ گیا اور چُھری کو الٹا کر دیا۔
- جب کفار نے یومِ اُحد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارکہ کو زخمی کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ: میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کو (اپنی ہتھیلی میں لے لو زمین پر نہ گرنے دو) کہ اگر ان کے خون کا قطرہ زمین پر گر گیا تو زمین بھی کوئی پودا اور درخت نہیں اگائے گی، میں حاضر ہوا اور خون کو اپنی ہتھیلی میں لے لیا پھر فضا میں اچھال دیا۔
- جب یوسف علیہ السلام کو کنواں میں پھینک دیا گیا، اللہ تعالی نے مجھے ارشاد فرمایا کہ: میرے بندے کے پاس پہنچو تو میں پہنچا اور کنوئیں کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ان کو پکڑ لیا اور کنوئیں کے نیچے سے پتھر نکال کر انہیں اس پر بیٹھا دیا۔

[تفسير روح البيان،سورة الصافات ،ج 7،ص475،دارالفكر،بيروت]

تکبیرات

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ذبح کرنے کے لیے چھری پھیری تو جبریل علیہ السلام نے (فوراًحاضر ہو کر) کہا: الله أكبر الله أكبر حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے کہا: لا إله إلا الله والله أكبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا: الله أكبر ولله الحمد۔ ان بزرگ ہستیوں کی اس سنت کو بھی باقی رکھا گیا۔[تفسير قرطبي،سورة الصافات ،ج15،ص102،دارالكتب المصريه ،القاهره]